۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کا سیاسی، معاشرتی اور فکری پس منظر

ساجدہ پروین

Sajida Parveen

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahor Garrison University, Lahore.

حِنا تحسین

Hina Tahseen

Ph. D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

The war of 1857 was unsuccessful beause it was began without complete preparation. The workers of this movement had no experience or were unexperienced. And some people instead of taking interest in this movement involved in it's opposition. The Muslims and English were both involved in this war. But most of it's punish was faced by Muslims.

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی پوری تیاری اور تنظیم کے بغیر شروع ہونے کی بنا پر ناکام ہوئی۔ اس تحریک کے کارکن ناتجربہ کار تھے اور اکثر لوگ اس تحریک کا ساتھ دینے کی بجائے ان کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے۔ اس جنگ میں مسلمان اور ہندو دونوں ہی شامل تھے لیکن اس کی زیادہ تر سزا مسلمانوں کو بھگتنا پڑی۔

جنگِ آزادی کے خاتمے کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ ناروا سلوک کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ ان کے خیال کے مطابق وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمان کسی طور پر بھی انگریزوں سے آگے بڑھیں۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جو صلیبی جنگیں عہد بہ عہد ہوتی رہیں ان جنگوں نے انگریزوں کے ساتھ ساتھ تمام مغربی دنیا کو مسلمانوں کا دشمن بنا دیا تھا اور اس سے انگریز بھی اپنے ذہن کو محفوظ نہ رکھ سکے:

''انگریزوں کے مسلمانوں سے خصوصی معاندانہ سلوک کی کئی وجوہات تھیں۔ اسلامی تعلیم وعقائد کو یورپ میں صدیوں سے جس طرح مسخ کر کے پیش کیا جاتا رہا اس سے مغربی اذہان میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات فطری طور پر پیدا ہو چکے تھے اوران سے انگریز بھی محفوظ نہ تھے۔''(۱)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے کئی سال بعد تک انگریزوں کی یہی کوشش رہی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ کمزور اور محتاج بنا دیا جائے اور ان کو اذیت اور ظلم کا نشانہ بنا کر ان کے حوصلے اس طرح بہت پست کر دیے جائیں کہ پھر وہ دوبارہ کبھی بھی جنگ کے بارے میں خیال نہ کریں۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے والوں سے انگریزوں نے وحشیانہ طور پر انتقام لیا۔ ۱۸۵۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کا شاہی اعلان تو ہندوستان میں سنا دیا گیا لیکن مسلمانوں کے حالات اسی طرح رہے۔ ان پر اسی طرح سے مظالم ڈھائے جاتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے علما نے مسلمانوں کو جگانے کے لیے اپنے شاعری اور ناول نگاروں نے اپنے ناولوں کے ذریعے آواز بلند کی۔ اس تحریک آزادی میں تین اصنافِ ادب کی طرف پیش قدمی کی گئی اول ڈرامہ جس کی ابتدا واجد علی شاہ نے کی اور پھر امانت لکھنوی نے اندر سبھا لکھ کر اس کی اساس کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔ تاریخ برصغیر میں چونکہ پاکستان و ہند کو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔

اس دور میں سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی پست حالت کو دیکھتے ہوئے محسوس کیا کہ اس طرح تو یہ ساری زندگی ان کی غلامی میں پڑے رہیں گے لہٰذا انھوں نے علی گڑھ میں ایسا ادارہ قائم کیا جس میں مسلمانوں کے حقوق اور زبان کا نفاذ تھا۔ انھوں نے جو تحریک پیدا کی وہ بہت زیادہ مقاصد رکھتی تھی اس میں مسلمانوں کی تہذیبی بقا، سیاسی ترقی اور معاشرتی برتری پیدا کرنے کی کوشش شامل تھی۔ ان کے ساتھ ان کے رفقا نے بھی ان کے مقاصد کو پایۂ تکمیل پہنچانے میں ان کا ساتھ دیا۔ اسی اثنا میں ہندوؤں نے اردو کی مخالفت اور ہندی کی حمایت میں کوششیں کرنی شروع کر دیں۔ یہ زمانہ قوم کے اوپر ابتلا یعنی پریشانی کا زمانہ تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''اس دور میں سرسید کا نقطۂ نظر علمی اور خالصتاً دینی تھا۔ زندگی کی مادی قدروں کی پوری اہمیت ابھی ان پر منکشف نہیں ہوئی تھی۔ وہ مسائل حاضرہ کی بجائے تاریخ کی طرف متوجہ اور مجرد حقائق اور محض علمی تصورات کے دلدادہ تھے چنانچہ اس زمانے میں مناظرہ اور عقائد ان کی جستجو کے خاص میدان تھے۔''(۲)

سرسید احمد خان مسلمانوں کی اس گری ہوئی حالت سے بہت پریشان تھے اس کے بعد انھوں

نے اپنی تصنیفات کا سلسلہ شروع کیا ان کی تصانیف درج ذیل ہیں۔ ''تاریخ سرکشی بجنور''، ''رسالہ اسباب بغاوتِ ہند''، ''گزارش در باب تعلیم اہلِ ہند'' اور بہت سی دوسری تصانیف تھیں۔ ان تصنیفات میں انھوں نے مختلف حوالوں سے مسلمانوں کے مستقبل کو روشن کرنے کی کوشش کی تھی۔ یعنی ان باتوں کو سمجھتے ہوئے مسلمان یہ شعور حاصل کر سکتے تھے کہ ان کا مستقبل واقعی تاریک ہے اور اس کو روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ سرسید نے کانگرس کی مخالفت کی۔ اس سلسلے میں مسلم لیگ کے صدر سر علی امام نے سرسید کے بارے میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

> ''کانگرس کی اس خواہش کا کہ قانون سازی اور ملکی انتظام انگریزوں کے ہاتھ سے نکل کر ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں آ جائے دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ ملکی حکومت اس گروہ کے ہاتھوں میں آ جائے جس کی کثرت رائے ہندوستانی، سیلف گورنمنٹ، کی کونسلوں میں ہو۔ سرسید نے اس سوال کا جواب اپنی لکھنؤ والی سپیچ میں دیا جس پر مسلمانوں نے عمل درآمد کیا اور وہ کانگرس سے الگ رہے ہیں۔'' (۳)

سرسید احمد خان نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کے لیے بہت سے کام کیے۔ مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ سرسید ہر موقع پر اور اپنی تحریروں کے ذریعے اس نقطے کی نشان دہی کرتے رہے کہ ہندو اور مسلم دو الگ قومیں ہیں ان کے نظریات و عقائد الگ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس جدوجہد کی بدولت مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی ان کی الگ سلطنت ہونی چاہیے جہاں وہ اپنے عقائد اور رسم و رواج کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کر سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد چہارم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص: ۵

۳۔ حالی، الطاف حسین، حیاتِ جاوید، لاہور: نیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۶ء، ص: ۱۷۵

۴۔ محمد امین زبیری، تذکرہ سرسید، لاہور: یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۴۱ء، ص: ۲۶۷

☆......☆......☆